مولانا شہاب الدین ندوی

نظریۂ ارتقاء اور ماقبل آدم مخلوق

آدم جنوں کے جانشین | اس موقع پر یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیئے کہ مفسرین کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اسی سابقہ مخلوق کے "خلیفہ" تھے یعنی نوعیت ترتیب (SPECIFIC ORDER) کے لحاظ سے روئے زمین پر سابقہ مخلوق کے بعد جلوہ افروز ہونے والی ایک نئی نوع، کیونکہ خلیفے کے اصل معنی لغوی اعتبار سے "پیچھے آنے والے" کے ہیں، چنانچہ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: والمراد بالخلیفۃ "انہ خلف من کان قبلہ من الخلق" خلیفہ سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے ماقبل مخلوق کا جانشین بنا۔[4]

اور متعدد روایات میں آتا ہے کہ وہ مخلوق جو آدم سے پہلے زمین پر آباد تھی، وہ "جن" تھی۔ کتب تفسیر میں اس معنی کی کئی ایک روایات اور بعض حیرت انگیز انکشافات موجود ہیں، جن کے ملاحظے سے اسلامی روایات و تعلیمات کی صداقت کے نئے نئے پہلو ظاہر ہوتے ہیں، چنانچہ اس موقع پر بعض روایات درج کی جاتی ہیں اور ان سب کا ماحصل ایک ہی ہے:

ابن قتیبہ وہب بن منبہ سے نقل کرتے ہیں کہ آدم سے پہلے زمین پر جن رہتے تھے۔ پھر ان میں سے ایک گروہ نے خون ریزی کی۔ اللہ نے آسمان دنیا کے ساکن فرشتوں کی ایک فوج کو بھیجا جن میں ابلیس بھی ان کے سردار کی حیثیت سے موجود تھا۔ پس وہ زمین پر اترے اور انہوں نے جنوں کو مار بھگایا۔ پھر موصوف نے اس کی تائید میں یہ آیت پڑھی "وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ السَّمُومِ" (اور ہم نے اس سے پہلے جنوں کو گرم ہوا کی آگ سے پیدا کیا تھا) یعنی آدم کی تخلیق سے پہلے۔ غرض انہوں نے جنوں کو سرحدوں اور سمندر کے جزیروں تک پہنچا دیا۔[5]

۴۔ فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۳۵ ص ۴۳، مطبوعہ ریاض ۱۳۹۸ھ

۵۔ المعارف، ابن قتیبہ ص ۸، مطبوعہ کراچی۔

علامہ ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس رض سے روایت کی ہے کہ زمین پر جو پہلے آباد تھے وہ جن تھے، پھر انہوں نے فساد برپا کیا اور خوں ریزی کی اور ایک دوسرے کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو فرشتوں کی ایک ایسی جماعت کے ساتھ بھیجا جو خود بھی "جن" کہلاتے تھے، چنانچہ ابلیس اور اس کے ساتھیوں نے جنوں کو قتل کیا اور انہیں سمندروں کے جزیروں اور پہاڑوں کے اطراف میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔

"أول من سكن الارض الجن. فأفسدوا فيها وسفكوا الدماء وقتل بعضهم بعضاً. فبعث الله اليهم ابليس في جند من الملائكة، وهم هذا الحي الذين يقال لهم الجن. فقتلهم ابليس ومن معهم حتى ألحقهم بجزائر البحور وأطراف الجبال"[6]

علامہ جلال الدین سیوطی نے حاکم کے حوالے سے حضرت ابن عباس رض کی ایک روایت نقل کی ہے جس کو بقول سیوطی حاکم نے صحیح قرار دیا ہے کہ "انی جاعل فی الارض خلیفۃ ...." کی تفسیر میں آپ نے فرمایا کہ جنوں کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم ؑ سے دو ہزار سال پہلے پیدا کیا تھا۔ پھر جب انہوں نے زمین میں فساد برپا کیا اور خوں ریزی کی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی فوجوں کو بھیجا جنہوں نے انہیں مار بھگایا .... لہٰذا جب اللہ نے فرمایا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے عرض کیا کہ کیا تو کسی ایسی مخلوق کو خلیفہ بنائے گا جو جنوں کی طرح فساد مچاتی اور خون بہاتی ہو؟ اس پر اللہ نے فرمایا کہ میں وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے[7]

علامہ ابن جریر نے اپنی ایک دوسری روایت میں اس پر اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ :-

"پھر اللہ نے آدم کو پیدا کیا اور اس کو زمین پر بسایا، یہی بات " انی جاعل فی الارض خلیفہ " میں کہی گئی ہے۔ اس قول کے مطابق مطلب یہ ہوا کہ میں زمین میں (آدم کو) جنوں کا جانشین بنانے والا ہوں جو اس میں سکونت اختیار کرے گا اور اس کو آباد کرے گا۔[8]

اسی طرح علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر اور تاریخ میں اس معنی کی ایک سے زیادہ روایتیں نقل کی ہیں کہ تخلیق آدم سے پہلے زمین پر جنات آباد تھے جن کو سرکشی کے جرم میں تہہ تیغ کیا گیا۔[9]

---

[6] تفسیر ابن جریر، ۱/۱۵۵، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۰۰ھ

[7] تفسیر درمنثور، از سیوطی، ۱/۴۴-۴۵، دارالمعرفہ بیروت

[8] تفسیر ابن جریر، ۱/۱۵۷، مطبوعہ بیروت

[9] ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر ۱/۷۰ اور البدایہ والنہایہ ۱/۵۵، مطبوعہ بیروت

جنوں سے پہلے ایک اور مخلوق نیز علامہ ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ) نے ایک اور چونکا دینے والا انکشاف بھی کیا ہے کہ زمین پر جنوں سے پہلے بھی کوئی مخلوق آباد تھی جس کو "حِن" (حاد سے) اور "بن" کہا گیا ہے اور بقول ابن کثیر یہ بہت سے اہل تفسیر علماء کا قول ہے اور اس ماقبل "جن" مخلوق کو بھی جنوں نے اپنے دور میں بالکل اسی طرح مار بھگایا تھا جسطرح کہ فرشتوں نے جنوں کو مار بھگایا تھا۔ چنانچہ آپ تحریر کرتے ہیں:۔

"بہت سے علمائے تفسیر نے کہا ہے کہ حضرت آدم سے پہلے جنوں کی تخلیق کی گئی تھی، اور جنوں سے پہلے زمین پر حِن اور بن رہتے تھے، پھر اللہ نے جنوں کو حِنوں پر مسلط کر دیا تو انہوں نے حِنوں کو زمین سے مار بھگایا اور ان کا صفایا کر کے اس میں آباد ہو گئے۔"

"قال کثیر من علماء التفسیر خلقت الجن قبل آدم علیہ السلام. وکان قبلہم فی الارض الحن والبن فسلط اللہ الجن علیہم، فقتلوھم واجلوھم عنہا وأبادوھم منہا وسکنوھا بعدھم" [۱]

اور لفظ "حِن" کے معنی مستند عربی لغات میں اس طرح بیان کئے گئے ہیں:

۱۔ جنوں کی ایک قسم (حیّ من الجن)

۲۔ جنوں اور انسانوں کے درمیان کی ایک مخلوق (خلق بین الجن والانس)

۳۔ کمتر اور کمزور قسم کے جن (سفلۃ الجن وضعفاؤھم) [۲]

اور لفظ "بن" سے مراد یہ ہو سکتا ہے کہ وہ غالباً بود و باش اختیار کرنے والی مخلوق تھی کیونکہ "بَنَّ یَبِنُّ بَنّاً" کے معنی قیام کرنے کے آتے ہیں [۳]

اس موقع پر یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہئیے کہ مذکورہ بالا تصریح کے مطابق اگرچہ لفظ "حِن" کو ماقبل ایک نوع قرار دیا گیا ہے مگر عربی ادب کے استعمال کے مطابق بعض اوقات کسی بھوت پریت کو بھی "جن" اور "حِن" بول دیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک شاعر کہتا ہے۔

أَبِيتُ أَهْوِي فِي شَيَاطِينَ تُرِنّ ... مُخْتَلِفٍ نَجْوَاهُمُ حِنٌّ وَجِنّ [۴]

---

[۱] البدایہ والنہایہ، ۱/۵۵، مکتبۃ المعارف بیروت، ۱۴۰۲ھ

[۲] لسان العرب: ۱۳/۱۳۲، القاموس المحیط: ۴/۲۱۷، الصحاح: ۵/۲۱۰۶

[۳] لسان العرب: ۱۳/۵۹ (بیروت) القاموس المحیط: ۴/۲۰۳ (بیروت)

[۴] لسان العرب: ۱۳/۱۳۲

یعنی میں ایسے شیطانوں میں بھاگتے ہوئے رات بسر کرتا ہوں جو جنوں اور جنّوں کی قسم کے ہیں اور وہ اپنی سرگوشیوں میں مختلف قسم کی آوازیں نکالتے ہیں۔

ارتقاء نہیں وحدت خدائی | غرض یہ ایک حیرت انگیز انکشاف ہے جو نظریۂ ارتقاء کے مؤیدین کو خاموش کرنے کیلئے ایک قطعی اور مسکت دلیل ہے۔ ظاہر ہے کہ اسلام خود ہی نہ صرف آدم سے پہلے ایک دوسری نوع کا وجود تسلیم کرتا ہے بلکہ صراحتاً یہ بھی کہتا ہے کہ اس ماقبل آدم مخلوق (جنّ) سے پہلے بھی کوئی دوسری قسم کی مخلوق ضرور موجود تھی، جس کا درجہ جنّوں سے کم تر تھا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ خود اسلام کی نظر میں ایسی مخلوقات کا وجود پایا گیا ہے، جو درجہ بدرجہ کمتر اور "ضعیف" رہی ہیں اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی حکمت تخلیق کو ظاہر کرتی ہے کہ وہ اپنی مخلوقات کی تخلیق درجہ بدرجہ تفاوت کے ساتھ کرتا ہے مگر وہ ارتقاء کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ اس میں انسان کے امتحان اور اس کی سبق آوری کے لئے دلائل رکھنا مقصود ہے اور اس سبق آوری کے کئی پہلو ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان کثیر الانواع تخلیقات کے ذریعہ دراصل "وحدت تخلیق" اور "وحدت خدائی" کا نظارہ کرایا جائے مگر یہ الگ بحث ہے۔

بہرحال اسلامی روایات کی رُو سے ماقبل آدم کئی قسم کی "شعوری انواع"[14] ...... (INTELLECTUAL SPECIES) پائی گئی ہیں مگر ان کی شکل وصورت یا ساخت و پرداخت کے تعین کے بارے میں کوئی صراحت نہیں ملتی بلکہ بعض روایات میں آتا اور ملتا ہے کہ جنّات کی کئی قسمیں ہیں، جن میں سے ایک قسم سانپوں وغیرہ کی شکل میں بھی ہوسکتی ہے[15] لہٰذا جدید اثریات کی رُو سے ان انسان نما ڈھانچوں کی جو بھی شکل وصورت متعین ہوجائے، اس سے اسلامی عقائد وتصورات پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ہوسکتا ہے اور بہت ممکن ہے کہ یہ نامکمل ڈھانچے (جو زیادہ تر اجزاء پر مشتمل ہیں اور اب تک کوئی بھی مکمل ڈھانچہ برآمد نہیں ہوسکا ہے جیسا کہ تفصیل آگے آرہی ہے) انہی سابقہ ماقبل آدم مخلوق (جنّات اور جنّات) کے ہوں کیونکہ خدائی تخلیقات اور خصوصاً زمانے کے اعتبار سے قریبی انواع میں بہت زیادہ مشابہتیں پائی جاتی ہیں، جس کی وجہ سے ارتقاپسندوں (EVOLUTIONISTS) کو دھوکا ہوجاتا ہے کہ وہ "ارتقاء" کا نتیجہ ہوں گی کیونکہ بدقسمتی سے ان کے نزدیک ایک خالق یا خدائے برتر ہستی کا وجود ثابت نہیں ہے۔

---

[14] یہ میری اپنی اصطلاح ہے جو میں نے HOMO - SAPIENS اور HOMINIDS وغیرہ قسم کی مادہ پرستانہ اصطلاحوں سے اختیار کی ہے [15] آکام المرجان فی أحکام الجان، از علامہ بدرالدین شبلی ص ۱۷-۱۸، مطبوعہ کراچی

غرض اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ واقعی موجود انسان سے قطعاً مختلف قسم کی انواع سے تعلق رکھنے والے آثار و باقیات ہیں اور یہ کہ آثار و باقیات بہت زیادہ قدیم ہیں تو اس سے اسلامی عقائد و تعلیمات پر ایک نئی روشنی پڑتی ہے اور قرآن کے اعجاز کا ایک نیا پہلو سامنے آتا ہے۔ چنانچہ اس موقع پر بعض اسلامی تعلیمات اور جدید ترین حقائق کا تقابل کیا جاتا ہے تاکہ اسلامی فلسفۂ حیات کی برتری ثابت ہو سکے۔

اسلام کا امتیاز انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کو اعتراف ہے کہ مغربی مذاہب میں جنوں کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے جبکہ اسلام میں روحانی مخلوق کی تین قسمیں قرار دی گئی ہیں جو یہ ہیں۔ فرشتے، جن اور شیاطین۔

Ambivelent or neutrel spiritual beings are usually not found in western religions, ... Islam, however, classifies spiritual beings into angels (mala'ika), demons (shayatin) and jins or genies.[16]

ظاہر ہے کہ یہ بات یہودیت و مسیحیت کے نقص کو ظاہر کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کی فضیلت و برتری کا بھی ایک اعتراف ہے اور اسلام اپنی اسی کاملیت کی بناء پر عصر حاضر کی رہنمائی کرنے کے قابل ہے۔ واضح رہے کہ اسلام میں جنات کی کئی قسمیں قرار دی گئی ہیں، جن کا تذکرہ قرآن اور حدیث میں ذرا مبہم انداز میں کیا گیا ہے جس میں بہت بڑی حکمت ملحوظ ہے، مگر اس موقع پر ان سب پر تفصیلی بحث کی گنجائش نہیں ہے[17] مگر اشارتاً اتنا عرض کیا جا سکتا ہے کہ جنات مختلف اجرام سماوی میں بھی پائے جا سکتے ہیں اور اس موضوع پر میں نے ایک دوسرے موقع پر بحث کی ہے[18] لہٰذا اس موقع پر صرف زمینی جنات اور وہ بھی صرف ماقبل آدم ہی کا تذکرہ مقصود ہے ورنہ جنات کی ایک قسم جو شیاطین پر مشتمل ہے وہ آج بھی روئے زمین پر پائی جاتی ہے جو غیر مرئی شکل میں ہے۔

ان مباحث کا ایک اور نتیجہ یہ بھی سامنے آئے گا کہ بعض "روشن فکر" یا متجدد قسم کے اہل علم نے یہ جو جنوں کو انسانوں سے الگ ایک مخلوق ہونے کا انکار کرتے ہوئے ان کو ایک قسم کے "جنگلی انسان" قرار دینے پر اصرار کیا ہے، اس کا رد بھی بخوبی ہو جائے گا۔

---

[16] انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جلد اول صفحہ ۸۷۷، ۱۹۸۳ء، [17] اس موضوع پر ایک الگ تصنیف زیر تکمیل ہے
[18] ملاحظہ ہو سہ ماہی ندائے فرقان کے دوسرے شمارے میں میرا مقالہ بعنوان "اجرام سماوی کا جغرافیہ، قرآن کی نظر میں"

جنات مکلف تھے ۱۔ پچھلے صفحات میں ایک قرآنی آیت (حجر: ۲۷) کے حوالہ سے بتایا جا چکا ہے کہ جنات کی تخلیق حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے ہوئی تھی، اس کی تفسیر میں بعض روایات میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات کو حضرت آدمؑ سے دو ہزار سال پہلے پیدا کیا تھا[۱۹]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ فرشتوں کی تخلیق بدھ کے دن، جنوں کی جمعرات کے دن اور آدم کی جمعہ کے دن عمل میں آئی[۲۰] تو ظاہر ہے کہ اس سے ہمارے چوبیس گھنٹے والے مراد نہیں بلکہ ایک لمبی مدت کا اظہار مقصود ہے جب کہ اللہ کے نزدیک بعض قرآنی ایک دن ایک ہزار سال کا (حج ۴۷) بلکہ پچاس ہزار سال کا (معارج ۴) بھی ہو سکتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کی صحیح مدت اللہ ہی کو معلوم ہے ہم اس کا تعین کسی بھی طرح نہیں کر سکتے کیونکہ یہ امور غیب میں داخل ہے۔

۲۔ علامہ ابن کثیر تحریر کرتے ہیں کہ جنات، بنی آدم ہی کی طرح کھاتے پیتے اور بچے پیدا کرتے ہیں۔ (وھم کبنی آدم یأکلون ویشربون ویتناسلون)[۲۱]

۳۔ نیز موصوف سورہ جن میں مذکور جنوں کے واقعے سے استدلال کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ جنات مؤمن اور کافر دونوں قسم کے ہوتے ہیں[۲۲]

۴۔ نیز وہ مزید تحریر کرتے ہیں کہ مؤمن جنوں کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ جنتی ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ یا یہ کہ اطاعت گزار جن صرف دوزخ کے عذاب سے بچے رہیں گے؟ پھر فرماتے ہیں کہ سورۂ رحمان میں مذکور حقائق کے مطابق صحیح قول یہ ہے کہ وہ بھی جنت میں داخل ہوں گے[۲۳]

لہٰذا ثابت ہوا کہ ماقبل آدم مخلوق بھی شرعاً مکلف تھی، گویا کہ ان کے لئے بھی اسی طرح ایک نظام شریعت موجود تھا جس طرح کہ انسانوں کے لئے ہے۔ اور بات ہے کہ ان کی شریعت اور ہماری شریعت میں زمین آسمان کا فرق موجود رہا ہو۔ جنات کے مکلف ہونے خود قرآن مجید بھی دلیل ناطق ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ : اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف میری عبادت کی غرض سے پیدا کیا ہے (ذاریات: ۵۶)

۵۔ علامہ بدرالدین شبلی حنفی (متوفی ۷۶۹ھ) نے جنوں کے بارے میں ایک مفصل کتاب لکھی

۱۹۔ تفسیر درمنثور از علامہ جلال الدین سیوطی ۱/۵۴، مطبوعہ بیروت ۲۰۔ تفسیر ابن جریر: ۱/ ۱۵۷
۲۱۔ البدایہ والنھایہ، ابن کثیر ۱/ ۵۶ ۲۲۔ ایضاً
۲۳۔ ایضاً : ۱/ ۵۷

ہے جس میں موصوف نے زمخشری کی کتاب "ربیع الابرار" کے حوالے سے حضرت ابوہریرہؓ کی ایک مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چار قسم کی مخلوق پیدا کی ہے جو یہ ہیں: ملائکہ، شیاطین، جن اور انس، پھر ان سب کے دس حصے کئے جن میں سے نو ملائکہ پر مشتمل ہیں اور صرف ایک حصہ بقیہ تین اصناف پر مشتمل ہے پھر ان تین اصناف کے بھی دس حصے کئے جن میں سے نو شیطانوں پر اور صرف ایک حصہ جنوں اور انسانوں پر مشتمل ہے پھر جنوں اور انسانوں کے بھی دس حصے کرکے ان میں سے نو حصے جنوں کے لئے اور صرف ایک حصہ انسانوں کے لئے مخصوص کیا۔[۲۴]

اس اعتبار سے گویا کہ جنات انسانوں کے مقابلے میں نوگنا زیادہ ہیں۔ بہرحال اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دیگر انواع کے مقابلے میں انسانوں کی تعداد بہت قلیل ہے۔ واللہ اعلم

جنات کی تخلیق آگ سے ہونے کا مطلب کیا ہے؟ نصِ قرآنی (قرآن کے واضح بیان) کے مطابق جنوں کی تخلیق آگ سے ہوئی ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں گزر چکا۔ سورۂ حجر کی آیت ۲۷ اور سورہ رحمان کی آیت ۱۵ اس پر روشنی ڈال رہی ہیں اور حدیث شریف میں اس کی وضاحت اس طرح آئی ہے:۔

"عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلقت الملٰئکۃ من نور وخلق الجان من مارج وخلق آدم مما وصف لکم۔ حضرت عائشہ رضؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ فرشتوں کی تخلیق نور سے جنوں کی تخلیق شعلے سے اور آدم کی تخلیق اس چیز سے ہوئی ہے جو تم سے بیان کی جا چکی ہے (یعنی مٹی سے)[۲۵]

اس موقع پر ایک اہم سوال ذہن میں یہ پیدا ہوتا ہے کہ اوپر مذکورشدہ مباحث کے مطابق جب جنات کے بارے میں اتنے سارے حقائق ثابت ہوجائیں کہ وہ گوشت پوست والے تھے، ان کی رگوں میں خون دوڑتا تھا، وہ کھاتے پیتے اور شادی بیاہ وغیرہ سب کچھ کرتے تھے تو صاف ظاہر ہے کہ وہ پوری طرح ایک مادی مخلوق تھے جیسے کہ انسان ہیں۔ اگر حقیقت یہ ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ اس مخلوق کو "آگ" سے پیدا کئے جانے کا کیا مطلب ہے؟ کیونکہ اگر وہ مادی مخلوق تھے (اور اس حقیقت کو تسلیم کئے بغیر چارہ کار بھی نہیں ہے) تو پھر ان کا انہی عناصر سے مرکب ہونا لازم آتا ہے جن عناصر سے دنیا کی دیگر مخلوقات مرکب و مشتمل ہیں اور جدید تحقیقات کے مطابق دنیا کی تمام چیزیں ۹۲ عناصر کا مجموعہ ہیں، جبکہ ان میں سے بعض کثیر مقدار میں اور بعض قلیل مقدار میں پائی جاتی ہیں مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی

---

۲۴ آکام المرجان فی احکام الجان، از قاضی بدرالدین شبلی، ص ۱۱، مطبوعہ کراچی۔ ۲۵ صحیح مسلم، کتاب الزھد ۶۰، جلد ۴ صفحہ ۲۲۹۴، مطبوعہ ریاض نیز مسند احمد ۶/ ۱۶۸ مطبوعہ بیروت ۲۶ تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب اسلام کی نشاۃ ثانیہ قرآن کی نظر میں، ص ۳۰۳-۳۰۴ مطبوعہ مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۸۳ء

مادی چیز ان عناصر سے مرکب نہ ہو حتیٰ کہ اجرام سماوی میں بھی یہی عناصر پائے جاتے ہیں [۲۶]

نیز اسی طرح بنص قرآنی دنیا کے تمام جاندار پانی ہی سے پیدا کئے گئے ہیں

" واللّٰہُ خَلَقَ کُلَّ دَآبَّۃٍ مِّنْ مَّآءٍ : اللہ نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا ہے (نور: ۴۵)

اور دوسری جگہ ارشاد ہے : وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ : اور ہم نے ہر جاندار شے پانی ہی سے بنائی ہے (انبیاء : ۳۰)

اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ دنیا بھر کی تمام مخلوقات (باستثنائے ملائکہ کیونکہ ان کا شمار "دابّہ" سے ایک الگ جنس میں ہوتا ہے جیسا کہ سورۂ نحل کی آیت ۴۹ اس پر روشنی ڈال رہی ہے) پانی ہی سے بنائی گئی ہیں، جن میں جنّات بھی شامل ہیں۔ پانی سے بنانے کا مطلب سائنسی نقطہ نظر سے یہ ہے کہ جدید تحقیقات کے مطابق زندہ اشیاء کے خلیوں (CELLS) میں ستر فی صد حصہ پانی پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ خدائی کلمات کی وہ صداقت ہے جو عصر جدید میں ظاہر ہو رہی ہے۔

غرض جب جنات کی تخلیق میں پانی بھی ایک اہم جزو کی حیثیت سے موجود رہا ہے تو پھر ان کے آگ سے پیدا کئے جانے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ اس سوال پر بندہ سالہا سال سے غور کرتا رہا ہے اور میری ناقص رائے میں اس کا مطلب شاید یہ ہو سکتا ہے کہ جنّات کی سرشت میں غالباً کسی "التہابی عنصر" جیسے ہائیڈروجن یا فاسفورس یا سلفر وغیرہ کی زیادتی پائی جاتی ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جنوں اور انسانوں کے خلیوں (CELLS) کی تشکیل میں بعض اجزاء و عناصر کی کمی بیشی پائی جاتی ہوگی۔ جدید تحقیق کے مطابق موجودہ تمام اشیاء (حیوانات و نباتات) کی مقدار مادہ کا ۹۹ فی صد حصہ حسب ذیل عناصر پر مشتمل ہوتا ہے:۔

آکسیجن	۶۲ فی صد	کاربن	۲۰ فی صد
ہائیڈروجن	۱۰ فی صد	نائٹروجن	۳ فی صد
کیلشیم	۲،۵ "	فاسفورس	۱،۱۴ "
کلورین	۰،۱۶ "	سلفر	۰،۱۴ "
پوٹاشیم	۰،۱۱ "	سوڈیم	۰،۱۰ "

نیز ان کے علاوہ میگنیشیم، لوہا، مینگنیز، تانبا، زنک، بورون، مولبڈینم، ایوڈین اور کوبالٹ بھی قلیل مقدار میں پائے جاتے ہیں، جو) حیوانی اور نباتاتی زندگی کے لئے ضروری مادے شمار کئے جاتے ہیں [۲۷]

---

۲۷ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا : ۴/۱۱۷، ۱۹۸۳ء

واضح رہے کہ ان عناصر کا تناسب تمام حیوانی اور نباتاتی خلیوں (CELLS) میں ہمیشہ یکساں نہیں ہوتا بلکہ مختلف انواع (SPECIES) میں مختلف مقدار میں ہوتا ہے اور انہی اختلافات کے باعث انواع کی نوعی خصوصیات مختلف ہوتی ہیں۔ لہٰذا اغلب یہ ہے کہ انسانوں اور جنوں میں بھی یہ تناسب مختلف ہوگا اور غالباً اسی اختلاف عناصر کے اظہار کے لئے انسانوں کو خاکی اور جنوں کو ناری مخلوق کہا گیا ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ انسانوں کی تخلیق مٹی سے ہونے کے باوجود انسان مٹی نہیں ہے بلکہ عناصر سے مرکب گوشت پوست کا مجموعہ ہے، اسی طرح جنات آگ سے پیدا کئے جانے کے باوجود حقیقتاً آگ کا مجموعہ نہیں ہو سکتے جیسا کہ علامہ بدرالدین شبلی نے جنات کے بارے میں اپنی قابل قدر تصنیف میں استدلال کیا ہے[۵]۔ لہٰذا ہو سکتا ہے اور بہت ممکن ہے کہ جنات کی تخلیق میں آگ پکڑنے والے کسی عنصر یا آتشگیر عناصر کی زیادتی رہی ہو جیسے ہائیڈروجن، کاربن، فاسفورس اور سلفر وغیرہ۔ واللہ اعلم بمرادہ

سلفر ایک جلنے والا عنصر ہے جس سے دیاسلائی وغیرہ بنائی جاتی ہے۔ فاسفورس ایک انتہائی آتش پذیر مادہ جو کھلی ہوا میں رکھے جانے پر فوراً خود بخود بھڑک اٹھتا ہے، اسی طرح ہائیڈروجن اور کاربن بھی جلنے والے عناصر ہیں۔

مگر یہ بھی واضح رہے کہ فاسفورس اور سلفر دونوں ہائیڈروجن اور کاربن کے مقابلے میں کمیاب عناصر ہیں جبکہ کارخانۂ قدرت میں آخرالذکر دو عناصر کی زیادتی پائی جاتی ہے مگر ان دونوں میں بھی فرق یہ ہے کہ ہائیڈروجن عنصر جب تک وہ مفرد رہتا ہے گیس کی شکل میں ہونے کی وجہ سے وہ آتش پذیر مادہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے مگر اس کے برعکس دیگر عناصر سے تعامل کے بعد اس کی یہ صلاحیت ختم ہو جاتی ہے مثلاً وہ آکسیجن سے کیمیاوی تعامل کے بعد پانی بن جاتا ہے جو بجائے جلنے کے بجھانے والی چیز بن چکی ہے اب رہا کاربن تو یہ دنیا کی بہت سی چیزوں میں پایا جاتا ہے اور چیزیں اسی عنصر کی موجودگی کے باعث آسانی سے جلنے لگتی ہیں اور کسی چیز میں اس عنصر کی موجودگی کا مطلب یہ ہے کہ "آگ" اس چیز میں گویا کہ بالقوہ (POTENTIALLY) موجود ہے۔ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ آگ بجائے خود کوئی عنصر نہیں (جیسا کہ یونانی حکماء کا غلط نظریہ تھا) بلکہ وہ مختلف اشیاء میں بالقوۃ (امکانی طور پر) موجود رہتی ہے، جو محض کاربن کی وجہ سے ہے، نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ کاربن ہی کا دوسرا نام آگ ہو سکتا ہے۔

کاربن اگرچہ قشر ارض (زمین کی بالائی پرت) میں صرف ۰.۶۲ فی صد ہی پایا جاتا ہے مگر یہی وہ عنصر ہے جو دیگر عناصر کی بہ نسبت زیادہ سے زیادہ مرکبات کی تشکیل کرتا ہے اور چونکہ تمام

تمام نامیاتی مرکبات (ORGANIC COMPOUNDS) میں کاربن ایک اہم ترین جزو کی حیثیت سے موجود رہتا ہے اس لئے جملہ حیوانات و نباتات کی تشکیل میں یہ عنصر لازمی طور پر پایا جاتا ہے، لہٰذا "زندہ اشیاء" کو کاربنی مرکبات (ORGANIC COMPOUNDS) بھی کہا جاتا ہے۔

حاصل یہ کہ پانی اور کاربن تمام "زندہ اشیاء" کے لازمی اجزاء ہیں جن سے یہ کارخانۂ ربوبیت متشکل ہوا ہے لہٰذا یہ ہوسکتا ہے کہ جنوں کی تخلیق و تشکیل میں ان اجزاء کے تناسب میں تفاوت پایا جاتا ہو اب نہیں معلوم کہ قبل ما آدم مخلوق میں ان اجزاء و عناصر کا تناسب کیا تھا؟ ہوسکتا ہے کہ زمین کی کھدائی سے دریافت شدہ قدیم ڈھانچوں کے کیمیاوی تحلیل و تجزیہ سے اس موضوع پر کوئی روشنی پڑسکے اب اس نقطۂ نظر سے بھی تحقیق کی ضرورت ہے۔

نیز اس موقع پر یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیئے کہ قرآن حکیم میں اس موقع پر مجرد آگ نہیں کہا گیا ہے بلکہ "من مارج من نار" (آگ کے شعلے سے) اور دوسری جگہ من نار السموم (گرم ہوا کی آگ سے) کہا گیا ہے اور اس کا مطلب اب تک پوری طرح منکشف نہیں ہوسکا ہے۔ لہٰذا ہوسکتا ہے کہ زمانہ مستقبل میں اس موضوع پر بھی کچھ روشنی پڑسکے۔ اس لحاظ سے اس قسم کی "آیات" "متشابہات اضافی" ہوسکتی ہیں۔ یعنی ایسی متشابہات جن کی حقیقت زمانہ مستقبل میں کھلنے کی امید ہو۔

متشابہات اضافی | اس موقع پر امام راغب اصفہانی نے متشابہات کی جو تقسیم و تشریح کی ہے وہ پیش نظر رہنی چاہیئے جو بڑی فکر انگیز ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ قرآنی آیات کی تین قسمیں ہیں:۔

۱۔ محکم علی الاطلاق ۲۔ متشابہ علی الاطلاق ۳۔ یک حیثیت سے محکم اور دوسری حیثیت سے متشابہ

پھر وہ مزید فرماتے ہیں کہ تمام متشابہات کو پھر تین قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ وہ متشابہات جن کی حقیقت سے واقفیت کا کوئی ذریعہ نہیں ہے اور اس کو سوائے خدائے تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا) مثلاً قیامت کا وقت اور دابۃ الارض کا خروج وغیرہ

۲۔ وہ متشابہات جن سے انسان کی واقفیت ممکن ہے مثلاً غریب الفاظ اور مغلق احکام کی شرح و تفسیر وغیرہ۔

۳۔ وہ متشابہات جو ان دونوں کے درمیان گردش کرنے والی ہوں اور ان کی حقیقت بعض علمائے راسخین پر واضح اور دوسروں کے لئے مخفی ہوسکتی ہے۔ [۳۰]

(جاری ہے)

۳۰۔ المفردات فی غریب القرآن ص ۲۵۱ ط دار المعرفۃ بیروت